

اسلامی شریعت

ایک جامع و مکمل نظام متانوں

ڈاکٹر احمد حسن

شریعت کی تعریف

شریعت لغت میں راستہ اور سیدھی پگڈنڈی کو کہتے ہیں۔ شرعۃ المار سے مراد پانی پینے کی جگہ ہے۔ یعنی وہ جگہ جہاں جا تو رہ پانی پینے کے لئے جاتے ہیں۔ شرع کے معنی راستہ بنانے، راستہ کو واضح کرنے، اور صاف صاف بیان کرنے کے ہیں۔ اسی سے لفظ تشریح ماخوذ ہے، جس کے معنی قانون سازی کے ہیں۔ اصطلاح میں شریعت سے مراد وہ دینی قوانین ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔

یوں تو اصطلاح میں دین، شریعت، اور ملت میں سے ہر ایک کا مفہوم مختلف ہے، لیکن دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی ان سے مراد وہ احکام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے۔ ان احکام کو ساخت اور بیان کے اعتبار سے شریعت کہا جاتا ہے۔ واجب التعمیل ہونے کے لحاظ سے ان کو دین کہا جاتا ہے۔ اور ملت جملہ احکام و قوانین کا مجموعی نام ہے۔

لفظ اسلام ان سب کا جامع ہے۔ یعنی اہل علم نے شریعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "الشریعة ما شرع الله لعباده من الدين" یعنی شریعت ان احکام کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قانون کی حیثیت سے دیئے ہیں۔ ان احکام کی تشریح خواہ قرآن مجید سے ہو یا سنت سے۔ اس لئے شریعت کا ان احکام پر اطلاق ہوتا ہے جو قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ یعنی وہ احکام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لے محمد رشید رضا۔ تفسیر المنار۔ دار المنار۔ قاہرہ ۱۳۶۶ھ ج ۲۔ صفحہ ۲۵۷۔

لے الفرطی۔ جامع احکام القرآن (تفسیر القرطبی) مطبعہ دار الکتب المصریہ۔ قاہرہ ۱۹۲۶ء ج ۱۶، صفحہ ۱۶۳۔

پر ہدیر یہ وحی نازل ہوئے تاکہ آپ ان کو لوگوں تک پہنچائیں۔ وحی میں جلی اور خفی دونوں شامل ہیں۔

شریعت و فقہ میں فرق

اسلامی شریعت ان تمام احکام پر مشتمل ہے جن کا تعلق عقیدہ، اخلاق، عبادت، یا معاملات سے ہو لیکن فقہ اسلامی میں صرف ان احکام سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق عمل سے ہو۔ یعنی فقہ کا موضوع عبادت اور معاملات سے متعلق احکام ہیں۔ اس بنا پر فقہ صرف عملی احکام پر مشتمل ہے۔ شریعت فقہ سے زیادہ عام، جامع اور بہر گیر ہے، کیونکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق احکام پر مشتمل ہے۔ فقہ شرعی اور عملی احکام سے متعلق علم کا نام ہے، اس کا دار و مدار قرآن و سنت کی نصوص سے مستنبط احکام پر ہوتا ہے۔ نیز اس کا انحصار ان مآخذ پر بھی ہے جن کو شریعت نے صحیح و معتبر قرار دیا ہے یعنی اجماع و قیاس فقہی مآخذ کی حیثیت سے معتبر سمجھے جاتے ہیں تاکہ اسلامی شریعت ان دونوں مآخذ کو حجت قرار دیتی تو ایک فقہ ان سے شرعی احکام مستنبط نہیں کر سکتا تھا۔

شریعت قرآن مجید اور سنت نبوی کی شکل میں نازل شدہ احکام کو کہتے ہیں۔ یہ وحی پر قائم ہے یہ تشریح دینی ہے، یعنی یہ قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا ہے۔ اس میں انسانی رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کی مخالفت بھی حرام ہے۔ لیکن فقہ اسلامی کی یہ صورت نہیں ہے۔ یہ انسانی فکر، رائے اور اجتہاد کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ اس میں دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک وہ جن میں رائے و اجتہاد کا پہلو کمزور ہے، تشریح الہی کا پہلو غالب ہے۔ ان میں وہ تمام احکام شامل ہیں جن کی فرضیت یا حرمت بلا کسی غور و فکر کے معلوم ہے جیسے فرضیت ناز، یا حرمت زنا و عیو۔ یہ ایسے احکام ہیں جو شرعی نصوص سے بالکل واضح و ظاہر ہونے کی بنا پر بلا کسی مشقت، بحث و اجتہاد کے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اس قسم کے فقہی احکام اسلامی شریعت ہی کا ایک حصہ سمجھے ہیں یعنی ان کو بھی تشریح الہی ہی خیال کیا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے احکام کی مخالفت بھی جائز نہیں۔

دوسری قسم کے وہ احکام ہیں جن میں رائے و اجتہاد کا پہلو غالب ہے، ان کو تشریح الہی نہیں سمجھا جاتا جس کی مخالفت حرام ہے اس لئے ان احکام میں اختلاف کی اس وقت تک گنجائش ہے جب تک یہ اختلاف ایسی دلیل پر قائم ہو جو اس سے زیادہ قوی ہو جو کسی مسئلہ میں موجود ہو اور اس کو

نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ یا یہ اختلاف ایسے اجتہاد پر مبنی ہو جو فصوص کی روح کے زیادہ قریب ہو اس قسم میں پہلی قسم کے احکام زیادہ ہیں۔ کیونکہ انسانی زندگی متحرک ہے۔ ہر زمانہ میں نئی نئی واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور ان کے لئے احکام بھی مستنبط کئے جاتے ہیں۔ اس لئے فقہ اسلامی کا یہ ذخیرہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ اسلامی فقہ شخصی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہونے کے باوجود اسلامی شریعت اس کے اصول اور اس کے قواعد پر قائم ہے اور اسلامی شریعت کے ساتھ ہم ہمگام ہے اس لئے فقہاء کی اجتہادی آراء بھی قابل قبول ہیں اور ان کو احکام و قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اسلامی شریعت کی خصوصیات

اسلامی شریعت کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو اس کو دوسری شریعتوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس کو پوری جامعیت اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف چاہیے۔ یہاں ہم صرف چند اہم نکات پر اکتفا کریں گے۔ ان خصوصیات میں سے چند اہم یہ ہیں۔ اسلامی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو دی گئی ہے۔ اس میں بدلہ یعنی جزا و سزا کا تصور یہ ہے کہ یہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ یہ ہر جگہ اور زمانہ کے لئے اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر حاوی ہے

اول۔ اسلامی شریعت منجانب اللہ ہے

اسلامی شریعت کا منبع اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بیدار روحی اس کو نازل کیا۔ جو وہی الفاظ اور مضمون دونوں کے ساتھ نازل ہوئی، وہ قرآن ہے اور جو صرف مضمون کی شکل میں نازل ہوئی وہ سنت ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی شریعت ان تمام قوانین سے جن کو انسانوں نے بنایا ہے۔ بنیادی طور پر مختلف ہے، کیونکہ ان قوانین کا سرچشمہ خود انسان ہے۔ لیکن اسلامی شریعت کا سرچشمہ انسانوں کا خالق و پروردگار ہے۔ اس جوہری اختلاف کے سبب جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اسلامی شریعت کے اصول و احکام عام نقص اور خواہشات سے پاک ہیں کیونکہ ان کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کامل مطلق ہے اور یہ کمال اس کی ذات کے لوازم میں سے ہے۔ لیکن

انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین ان تقاضوں اور خامیوں سے خالی نہیں اس لئے کہ ان کا صدور انسان سے ہوا ہے۔ اور انسان میں یہ سب خامیاں موجود ہیں۔ اسلامی شریعت نے لوگوں کے درمیان ان کے رنگ، قرینت اور زبان کے اختلاف سے قطع نظر مساوات قائم کرنے کا اصول پیش کیا ہے اور ان کے درمیان نفسیت کا سیار عمل صالح اور خیر کے کاموں میں سبقت کرنے کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقا کہ (الحجرات۔ ۳) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ اسلامی شریعت نے اس اصل کو اس وقت پیش کیا جب قومیت و قباہتی عصبیت معاشرہ پر چھائے ہوئے تھے۔ یہ دونوں عنصر معاشرہ میں امتیاز و برتری اور تفریق و اختلاف کی بنیاد ہیں۔ اس عادلانہ، سیدھے اور سچے اصول کا جب نفاذ ہوا تو اس نے عصبیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور رنگ و قومیت کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سُرخ (رومی) کو کسی کالے (عجمی) پر اور کسی کالے کو کسی سُرخ پر کوئی برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔ یعنی شرعی قانون کے سامنے سب برابر ہو گئے۔ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید نے آپ سے اس عورت کی سفارش کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بائیں میں سفارش کرتے ہو تم سے پہلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہو چکے ہیں کہ ان میں سے جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

جب کبھی صحابہ کرام سے کوئی ایسی بات سرزد ہوتی جس سے جاہلیت کی بُرائی تو آپ فرما اس پر تشبیہ فرماتے۔ چنانچہ یہ اصول ایسی وقت کے ساتھ نافذ ہوا کہ زمانہ جاہلیت کے جملہ رسم و عداغ اور نسب و قومیت پر فخر وغیرہ سب کو ختم کر دیا۔ دُورِ حاضر میں اسلام کا یہ عادلانہ اصول آج تک نافذ نہ ہو سکا اور آج بھی دُنیا کے بعض ترقی یافتہ ملکوں میں رنگ و نسل کا امتیاز اور کالے گورے کی تیز موجود

ہے اور دونوں کے لئے قوانین علیحدہ علیحدہ بنائے گئے ہیں۔

اسلامی شریعت پر ایمان رکھنے والے خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، سب کے سب اپنے دل میں قانون الہی ہونے کے سبب اس کا احترام رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی عبیت چمکی ہوئی ہے کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ یہ قانون خدا کی طرف سے انسانوں کی خیر و فلاح کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس لئے یہ دین کی صفت سے متصف ہے۔ جس قانون میں یہ صفت موجود ہو اس کا دل سے احترام کیا جاتا ہے اور اپنے اختیار و خوشی سے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ایسے قانون پر چلنے کے لئے انسان پر کوئی خارجی دباؤ نہیں ہوتا۔ ایمان کے سبب اس پر عمل کرنے پر انسان خود مجبور ہوتا ہے۔ اسلامی شریعت میں اس بات کی پوری طرح ضمانت موجود ہے کہ لوگ خود بخود اپنی مرضی و خوشی سے اس پر عمل کریں اور بغاوت یا قدرت کے باوجود اس سے بغاوت نہ کریں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کبھی بھی اسلامی شریعت کے اس ایمانی پہلو کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ان قوانین کا انسانوں کے دلوں پر قبضہ نہیں ہوتا اور نہ ہی لوگوں میں ان کا اس قدر احترام اور ڈر ہوتا ہے۔ اس لئے جب کبھی لوگوں کو قانون کو نگرانی اور عدالت کی گرفت سے بچ نکلنے کا موقع ملتا ہے وہ علی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس مخالفت سے وہ اپنی خواہشات کو پورا کرتے اور اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ قانون کی قیمت کا اندازہ اُس کی صلاحیت سے ہوتا ہے۔ دوم اس بات سے ہوتا ہے کہ لوگ اس کا کس قدر احترام کرتے ہیں لوگوں کے دلوں پر اس کا کتنا تسلط ہے اور وہ اس کے احکام کی کتنی پابندی کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ ذیل کی مثال سے ہوتا ہے۔

جابلے دور میں شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور اس کے پینے میں انہیں کوئی حار زنجفی۔ ظہور اسلام کے بعد تدریجاً ان کو شراب سے روکا گیا اور سورہ مائدہ میں مکمل طور پر اس پر پابندی لگا دی گئی۔ اس حکم کے نازل ہونے کے ساتھ ہی مسلمان شراب کے مشکوں اور مشکینوں کی طرف پکے۔ مشکوں کو توڑ دیا، مشکینوں کو پھاڑ دیا۔ تمام شراب تالیروں میں بہا دی اور جو صہابی شراب پی ہے تھے انہوں نے شراب کے پیالے منہ سے ہٹا لئے۔ اس روز شراب گلیوں میں پانی کی طرح بر رہی تھی۔ یہ سب کچھ شریعت اسلامی پر ایمان اور دلوں میں اس کے احترام و عبیت کا نتیجہ تھا۔

اس کے برعکس بیسویں صدی میں امریکہ نے بھی اسلامی قانون کی شراب نوشی کی ممانعت کو اپنے

یہاں آزمانہ چاہا۔ اور اتناغ شراب کا قانون نافذ کیا۔ اس کی رو سے لوگوں کے شراب پیچھے خریدنے اور درآہو برآمد کرنے پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔ حکومت نے سینما، ڈراموں، ریڈیو، کتابوں، رسائل اور اخبارات کے ذریعہ اس قانون کی زبردست تشہیر کی اور ان سب میں شراب نوشی کے نقصانات بتائے گئے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس نشر و اشاعت پر ۶۵ ملین ڈالر خرچ ہوئے تھے۔ شراب کے نقصانات اور اس سے روکنے کے سلسلہ میں جو تفصیلات قلم بند کی گئیں وہ ہزاروں صفحات پر چھپی ہوئی ہیں اور اس قانون کے نافذ کرنے میں لاکھوں پونڈ خرچ ہوئے۔ اس قانون کے نافذ ہونے اور اکتوبر ۱۹۳۲ء کے درمیانی عرصہ میں اعداد و شمار کے مطابق دو لاکھ آدمی جیلوں میں بند ہوئے۔ اس کے مخالفت کی بنا پر لوگوں پر پندرہ لاکھ پونڈ کا جرمانہ ہوا۔ اس کی مخالفت کے سبب چار سو ملین پونڈ قیمت کی جائیداد بحق سرکار ضبط کی گئی۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ امریکی حکومت ۱۹۳۲ء کے اواخر میں شراب نوشی کی عاقبت کے قانون کو منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ کثیر مقدار میں مال کا خرچ اور حکومت کی پوری طاقت لوگوں کو شراب کے چھوڑنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ کیونکہ لوگوں کے دلوں پر قانون کا تسلط نہیں تھا۔ جو اس کے احترام اور پابندی پر ان کو مجبور کرتا۔ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلامی شریعت کے اتناغ شراب کے اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے بٹے پچاہہ پر نشر و اشاعت نہیں کی گئی۔ کتابیں اور رسالے شائع نہیں کئے گئے۔ کسی سپاہی فرج، یا گھمان و محافل کے ذریعہ شراب ضائع کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ یہ صرف ایمان کی قوت اور اسلامی شریعت کی صداقت تھی جس نے ان کو اس کے ترک پر مجبور کر دیا۔

دوم۔ اسلامی شریعت میں جزار کا تصور

قانون کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسے جزار دہلا کے ساتھ مربوط ہوتا ہے جو قانون سے روگردانی کرنے والے کو حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کو سزا کہا جاتا ہے۔ فوجداری قوانین کی خلوت و رزی میں یہ سزا جہنمی اذیت، قید و بند اور جہانم کی شکل میں دی جاتی ہے۔

لے ملاحظہ ہو مقدمہ (PROHIBITION) انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا۔ جلد ۱۸، صفحہ ۵۷۱، نیز دیکھئے

عبدالکریم زبیران۔ المدخل للدراسة الشرعية الإسلامية۔ مطبوعہ عربیہ بغداد۔ ۱۹۶۶ء۔ ص ۲۲-۲۳

دیوانی قوانین سے روگردانی کی صورت میں بعض سزائیں ہیں۔ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں مقروض کو قرض ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، یا اس کو تہد کی سزا دی جاتی ہے۔ خرید و فروخت کی صورت میں قیمت کی ادائیگی یا خرید شدہ مال کی واپسی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ خلاف قانون معاہدہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی سزائیں دنیوی ہیں کیونکہ آخرت کے امور میں حکومت کا کوئی دخل نہیں۔ اسلامی شریعت اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں اس اعتبار سے تو مماثلت ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں دونوں میں سزا دی جاتی ہے، لیکن اس لحاظ سے دونوں مختلف ہیں کہ اسلامی شریعت میں سزا دنیوی بھی ہوتی ہے اخروی بھی۔ بلکہ اگر غم سے دیکھا جائے تو اس میں جزاء کا تصور اخروی ہی ہے لیکن زندگی کے مسائل مثلاً معاشرہ میں عدل و راستی کا قیام، انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوشگوار اور ان کے حقوق کا تحفظ وغیرہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ اخروی جزاء کے ساتھ دنیا میں بھی جرم کی سزا دی جائے۔ تاہم اسلامی شریعت میں جزاء کا دائرہ عام ملکی قوانین کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے، کیونکہ یہ افراد کے تمام معاملات پر حاوی ہے، جن میں دینی اور اطلاق امور بھی شامل ہیں لیکن یہ جامعیت انسانوں کے بنائے ہوئے عام ملکی قوانین میں نہیں۔ انسان دنیوی سزا سے توجیح سکتا ہے لیکن اخروی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اخروی سزا سے بچنے کے لئے سچی توبہ اور حق کی ادائیگی ضروری ہے۔ اخروی سزائوں کے بارے میں متعدد آیات میں تصریح موجود ہے۔ مثلاً میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا - **ومن یعص الله ورسوله ويتعد حدوده يبدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين (النساء ۱۲) ترجمہ۔** جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، اور اس کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں نازل کرے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے، چراہ یعنی رہزنی کی سزا بیان کرنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے - **ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم (المائدہ - ۳۳) یعنی** دنیا میں ان کے لئے یہ رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان آخرت کے حساب اور سزا کے ڈر سے شرعی احکام کے سامنے جھکتا ہے کیونکہ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں سزا سے بچ بھی گیا تو آخرت میں سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اگر کبھی غفلت سے جرم کر بھی بیٹھا ہے تو خود اپنی خوشی سے

دنیا میں سزا کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ آخرت میں سزا سے بچ جائے۔ حضرت ماعز اسلمی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جنہوں نے ارتکابِ زنا کا اقرار کیا۔ قیدِ خانگی ایک عورت نے بھی اس جرم کے ارتکاب کا اعتراف کیا تھا، اور حد اپنے پر مد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی سے باز رہنے کا ٹھوک یا تو اسلامی شریعت کا احترام ہے، یا اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم و حیا کا احساس، یا آخرت میں سزا کا خوف۔

سوم، اسلامی شریعت کی ابدیت اور تکمیریت

اسلامی شریعت تمام انسانوں کے لئے اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے بھیجی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔** (اعراف - ۱۵۸) یعنی اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ **وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً** (منا - ۲۸) یعنی ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ یہ شریعت ہمیشہ باقی رہے گی یہ نہ منسوخ ہوگی اور نہ اس میں کوئی تبدیلی آئے گی۔ کیونکہ ناسخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقت میں منسوخ کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اسلامی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی کوئی دوسری شریعت ہی منسوخ کر سکتی ہے لیکن کیونکہ اسلامی شریعت تمام دوسری شریعتوں کو منسوخ کرنے والی شریعت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس لئے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس شریعت کو کوئی دوسری شریعت منسوخ کرے گی یا بدلے گی۔

مقاصد شریعت

اسلامی شریعت کی اہمیت، بقا، ابدیت، اور ناقابلِ نسخ و تبدیلی یہ سب صفات اس بات کا ثبوت کرتی ہیں کہ اس کے قواعد اور احکام اس طرز کے ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ پر لوگوں کی مصالح کے مطابق ہوتے آتے رہیں۔ ان کی ضروریات پوری کر سکیں۔ ان میں کوئی تنگی نہ ہو۔ معاشرہ کا سمیوار چاہے جتنا بلند

ہو جائے وہ اس معیار پر ہمیشہ پورے اتریں۔ اسلامی شریعت میں یہ صفات پورے طور پر موجود ہیں اللہ تعالیٰ عظیم و جبار ہے۔ اس نے چونکہ اس کو ہر زمانہ و ہر مقام کے لئے بتایا ہے، اور اس سے تمام شریعتوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے قواعد و احکام کو بھی اس طرز پر بتایا ہے کہ وہ ہر زمان و مکان کے لئے موزوں ہوں۔ شریعت کی واقعیت، اس کے ماخذ، اس کے احکام و اصول کی طبیعت، اور ان بنیادوں کا مزاج جن پر یہ احکام قائم ہیں۔ اس بات پر شاہد ہیں۔ اس ضمن میں مفہم شریعت پر ذرا ہر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے جس سے اس کی بہر گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔

دنیا و آخرت میں بندوں کی مصالح کو پورا کرنے اور مفاسد کو دور کرنے کے لئے شریعت کو بنایا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ان الشریعة کلھا مصالح، اما درد مفاسد او جلب مصالح۔ یعنی پوری شریعت مصالح ہی کا نام ہے۔ خواہ خوابی دور کرنا ہو، یا حصول منفعت مقصود ہو۔ فقہاء نے مصلحت کی تعریف ہی جلب منفعت و دفع مضرت سے کی ہے۔ یعنی نفع حاصل کرنے اور نقصان کے دور کرنے کا نام مصلحت ہے۔ شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں اور ہر حکم کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے یہ بات علیحدہ ہے کہ بعض احکام کے مقاصد اور ان کی مصالح و حکمتیں انسانی عقل و فہم سے بالا ہوں۔ ایسے احکام تعبدی کہلاتے ہیں۔ اس کی تائید میں ہم چند آیات و احادیث پیش کرتے ہیں۔

لے شاطبی۔ الموافقات۔ مطبوعہ قاہرہ۔ تاریخ طباعت درج نہیں، ج ۲۔ ص ۲۶، ۲۷

کے عز الدین بن عبدالسلام۔ قواعد الاحکام مطبوعہ قاہرہ ج ۱۔ ص ۹۔

سے اس سلسلہ میں شاطبی لکھتے ہیں:۔ ان الشریعة انما وضعت لمصالح الخلق باطلاق۔ یعنی شریعت مخلوق کی مطلق مصالح کے لئے بنائی گئی ہے انہوں نے مصالح کی تعریف مختلف مقامات پر منمتت الفاظ میں کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔ اعنی بالمصالح ما یرجع الی قیام حیوة الانسان وتمام عیثہ ونبیہ ما تفتقہ الی الاوصاف الشہوانیہ والعقلیہ علی الاطلاق حتی یکون منعاً علی الاطلاق۔ یعنی مصالح سے میری مراد تمام وہ چیزیں ہیں جن سے انسانی زندگی قائم ہے۔ اور جن سے انسان کمال طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے اس کی شہوانی و عقلی صفات جن چیزوں کی متقاضی ہیں۔ ان سے وہ پرہیز ہوتا ہے۔ تاکہ جن نعمتوں کی اس کو ضرورت ہے وہ اس کو علی الاطلاق پورے طور پر حاصل ہوں۔ الموافقات۔ مطبوعہ تیونس ۱۳۰۲ھ

(مطبوعہ دولتیہ) ج ۲ ص ۱۴-۱۵

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمة
 للعلین (الانبیاء۔ ۱۰۷) یعنی ہم نے آپ کو قدام چہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رحمت انسانی
 زندگی کی تمام خیر و عمر میں، منافع و مصلح کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اور مفاسد و مضر قتل کے عام
 پہلوؤں کی اس سے نفی ہوتی ہے۔ فقہاء اسی آیت سے تعبیل احکام پر استدلال کرتے ہیں۔ جس پر قیاس
 کا فار و مدار ہے۔ بعض احکام میں ان کی علتیں بیان کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ احکام انسانوں کی مصلح
 کے لئے دئے گئے ہیں۔ ذیل میں ہم ایسی چند آیات پیش کرتے ہیں۔ ولکم فی القصاص حیوۃ
 یا اولی الاباب (البقرۃ۔ ۱۸) یعنی قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اے عقل والو! انما یرید
 الشیطان ان یوقع بینکم لعداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ
 فہل انتم منتہون (الباحۃ۔ ۹۱) یعنی شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تمہارے
 درمیان عداوت اور بعض پیدا کرے، اور تمہیں اللہ کی یاد سے روک دے۔ تو کیا تم باز آ جاؤ گے۔
 واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدوا اللہ وعدوکم
 (الانفال۔ ۶۰) یعنی اے مسلمانو تم سے جس قدر قہر ہو سکے ہر قسم کے سامان جنگ سے اور پلے ہوئے
 گھوڑوں کے ہاند سے لکھنے سے تیاری کرتے رہو۔ تاکہ اس آمادگی اور تیاری کے باعث تم اللہ
 کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو۔ دشمن کو ڈرانا بھی مصلحت ہے، کیونکہ جب
 وہ مسلمانوں کی قوت دیکھے گا تو ان کی دشمنی سے باز رہے گا۔ ویستلونک عن المہیض قل ہو
 اذی فاعزولوا النساء فی المہیض ولا تقربوهن حتی یطہرن (البقرۃ۔ ۲۲۲)۔ یعنی
 آپ کہہ دیجئے کہ حیض نجاست ہے اس لئے حیض کی حالت میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔ اور جب
 تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
 یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغفر لہ صرحمن للفرج، ومن
 لم یستطع فلیصوم فانہ لہ وجاہ (متفق علیہ) اے نوجوانوں کے گروہ۔ جو تم سے
 نکاح کے اخراجات کی طاقت رکھتا ہے۔ اسے ہا بیٹے کہ وہ شادی کرے۔ کیونکہ یہ نگاہ نہی رکھنے اور
 پاکر اپنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور جو تم میں سے اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کو چاہیے کہ وہ روزے
 رکھے، کیونکہ یہ اس کے لئے بچاؤ و حفاظت کا باعث ہے۔ بشرطی احکام پر عمل کرتے ہوئے بعض اوقات

سخت مشقت ہوتی ہے۔ اس کو دُور کرنے کے لئے رخصت کا اصول وضع کیا گیا۔ مثلاً اگر وہ کی صورت میں جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔ اضطراب اور مجبوری کی حالت میں حرام کھانے کی اجازت ہے۔ مسافر اور مریض کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اور اسی طرح دوسری رخصتیں ہیں۔ مشقت کا دُور کرنا خود مصلحت کی رعایت ہے۔ اس طرح تشریح احکام کی تدریج، نسخ اور سد ذرائع اور حیل بھی مصلحت ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔

شرعی احکام کے تفصیلی جائزہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کی مصالح جن امور سے متعلق ہیں اور جن مقامد کے لئے یہ احکام دیئے گئے ہیں ان کے تین درجے ہیں۔ ضروری، حاجی، اور تحسینی، ضروری وہ مصالح ہیں جن پر انسان کی ذیوی زندگی موقوف ہے۔ انسانی زندگی کا قیام ان کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر یہ مصالح حاصل نہ ہوں تو دُنیا میں فساد پھیل جائے۔ انتشار عام ہو جائے اور زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ ضروریات مندوبہ ذیل ہیں۔

حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت عقل، حفاظت نسل اور حفاظت مال۔

بعض نے نسل کی جگہ آبرو کو رکھا ہے۔ ان کو قواعد خمسہ یا کلیات خمسہ کہتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی رعایت ہر مذہب و ملت میں ملتی ہے۔ دوسری حاجیات ہیں۔ یہ چیزیں وہ ہیں جن کا انسان تنگی و مشقت دُور کرنے، اور آسانی و وسعت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے محتاج ہے۔ ان کے فقدان سے نظام حیات میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ لیکن لوگ تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تحسینیات کا تعلق ان چیزوں سے پختا ہے جو عقل انسانی کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ اچھی عادتوں اور ان تمام خصلتوں کو اختیار کرنا ہے جن کی انسانی مروت متقاضی ہو۔ اس میں جملہ مکارم اخلاق، اور انسانی عادات و معاملات میں بہتر سے بہتر راستہ اختیار کرنا شامل ہے۔ تاہم تحسینیات کے حاصل نہ ہونے سے نظام زندگی میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی لوگ تنگی و مشقت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی سیدھے راستہ سے ہٹ جاتی ہے اور ان صفات سے دُور ہو جاتی ہے جن کی طبعاً سلیمہ اور اچھی عادتیں متقاضی ہیں۔

شرعی احکام ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کو وجود میں لانے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ انسانوں کے عام مفاد اور مصالح کو تحفظ دیا گیا ہے۔

ضروریات کی حفاظت کے لئے احکام کی دو صورتیں ہیں۔

اول :- ان ضروریات کی قیامت، اس طرح کہ ان کے ارکان کو پورا کیا جائے اور ان کی بنیادیں مضبوط کی جائیں۔

دوم :- ان ضروریات کے پورا ہونے میں کوئی خلل واقع ہو، یا متوقع ہو تو اس کو دُور کرنا، یعنی ان ضروریات کو پورا کرنے کا ایک پہلو مثبت ہے دوسرا منفی۔

اصول عبادت؛ اقامت دین کے لئے عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ شامل ہیں۔

عادات :- ان سے متعلق احکام، نفس (جان و عقل) (ہوش و حواس) انسانی کو قائم رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ ان میں کھانے پینے، اپنے اور دہنے سے متعلق احکام شامل ہیں۔ ایسے احکام جن کا تعلق تلاشِ رزق سے ہے، یا لوگوں کے درمیان باہمی معاملات سے ہے، خواہ وہ شادی بیاہ سے متعلق ہوں، مال سے یا منافع سے، اقامت نسل اور مال کے لئے دیئے گئے ہیں اور انسانی عادات سے متعلق احکام کے واسطے سے یہ حفاظت نفس و عقل کے لئے بھی ہیں۔ اقامت ضروریات کا یہ تو مثبت پہلو تھا۔ اب منفی پہلو ملاحظہ ہو۔

یہ عقوبات ہیں :- شریعت میں مہلکیں انسانی ضروریات میں کسی واقع ہونے والے یا متوقع خلل کو دُور کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ جہاد، ارتداد کی سزا، دین سے گمراہ کرنے والوں پر پابندی، اور لوگوں کے عقائد و خراب کرنے پر سزا، ان سب احکام کا مقصد دین کو نقصان پہنچانے سے بچانا ہے۔ نسل انسانی کی بقا اور افزائش کے لئے نکاح کا حکم دیا گیا اور نفس انسانی کی حفاظت، اور اس کو ضرور ہلاکت سے بچانے کے لئے نصاب و ہیت کا حکم دیا گیا۔ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا حرام قرار دیا گیا۔

عقل کی حفاظت کے لئے شراب کو حرام قرار دیا گیا اور اس کے پینے والے کے لئے سزا مقرر کی گئی۔ نسب کی حفاظت کے لئے زنا پر حد مقرر کی گئی اور انسان کی عورت و آبرو کی حفاظت کے لئے حدِ قذف و تہمت زنا کا حکم دیا گیا۔ حصول مال اور اس سے نفع اٹھانے کے لئے آپس میں لین دین اور دوسرے معاملات سے متعلق احکام دیئے گئے۔ اور مال کی حفاظت کے لئے لوگوں کو کامل اجازت

طریقہ سے حاصل کرنا اور اس کو تھک کرنا حرام قرار دیا گیا۔ نابالغ، خبط الحواس اور ناپختہ عقل رکھنے والے اشخاص کے لین دین اور کاروبار پر پابندی عائد کی گئی۔ سود کو حرام قرار دیا گیا۔ چوری پر سزا مقرر کی گئی۔

حاجات میں مشقت سے بچنے کے لئے رخصتیں رکھی گئیں۔ جیسے مریض و مسافر کو روزہ ترک کرنے کی اجازت، بارش، اندھیرے، سخت سردی اور خوف کی حالت میں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت، سفر، بارش وغیرہ میں جمع بین الصلواتین (دو نمازیں ملا کر پڑھنے) کا حکم۔ یہ سب رخصتیں عبادت سے متعلق ہیں۔ عادات میں شکار کی اجازت، حلال و طیب چیزوں کا استعمال، لذت مشروبات اور کھانوں کی اجازت، شوخ پوشی، عالی شان مکان اور بہترین سواری رکھنے کی اجازت۔ مسلمات میں سلم استصناع، مزارعت اور مساقات کی اجازت دی گئی۔ حلالہ بیع سلم اور استصناع محدود شے کی بیع ہے اور عام قواعد کی رو سے یہ ناجائز ہے۔ لوگوں کو تنگی و سختی سے بچانے کے لئے ان کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب رخصتیں ہیں اور عمومی قواعد کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا۔ جب جب میاں بیوی کے درمیان تعلقات انتہائی خراب ہو جائیں، زندگی اجیرن ہو جائے یا ایسے سبب پیدا ہو جائیں جو دونوں کے درمیان تفریق کے متقاضی ہوں، ایسے حالات میں پریشانی سے نجات دلانے کے لئے طلاق کا حکم دیا گیا۔ عقوبات میں قتل خطا کی صورت میں عاقہ پر دیت واجب کی گئی۔ قاتل کا پتہ نہ لگنے کی صورت میں قسامت کا اصول وضع کیا گیا۔ شہادت کی صورت میں عدد کو سا فظ کر دیا گیا۔ جو کار بگہر گاہک کی چیز قصداً تلف کر دیں انہیں ضامن قرار دیا گیا۔ اصطلاح میں اس کو تضمین الصناع کہتے ہیں

اب تحسینیات کی مثالیں دیکھیے۔ بدن اور کپڑوں کی پاکیزگی کے لئے طہارت کا حکم دیا گیا۔ شرمگاہ کو چھپانے، عبادت کے وقت عمدہ اور پاک صاف کپڑے پہننے اور صاف ستھرے رہنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نفسی عبادات کا حکم دیا گیا۔ ان کا تعلق عبادت سے ہے۔ انسانی عادات میں غرور و نموش کے آداب بتائے گئے۔ کھانے پینے میں نجس اور مکروہ چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اسلاف کی ممانعت کی گئی۔ معاملات میں نجس چیزوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کی گئی۔ جو چیزیں ضرورت سے زائد ہوں ان کو دوسرے ضرورت مندوں کو دینے کی ترغیب

دی گئی۔ اگر کوئی شخص ایک چیز خرید رہا ہو تو دوسرے کو اس کے خریدنے سے منع کیا گیا۔ جنگوں میں علم حالات میں درخت کاٹنے، آگ لگانے، پھرتی اور عورتوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا۔ اسی طرح شدہ اور فریب، اور ویدہ خلافی سے منع کیا گیا۔

مختصر یہ کہ شریعت کے تمام احکام کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقاصد شریعت انہی تینوں قسموں میں محدود ہیں۔ تشریح احکام سے شارع کا مقصد ضروریات، حاجیات اور تحسینات کی حفاظت ہے۔

علماء اصول نے ان تینوں قسموں کے مکملات کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی وہ احکام جو ان تینوں مقاصد کے تکملہ اور تتمہ کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ ہم مختصر طور پر ان کی مثالیں بیان کریں گے۔ ضروریات کے مکملات کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

عبادات میں حفاظت دین کے لئے نماز کا حکم دیا گیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے اذان اور حجت کے قیام کا حکم دیا گیا۔ حفظ نفس (حفاظت جان) کے لئے قصاص کا حکم دیا گیا، اور اس کی تکمیل کے لئے ممانعت کو شرط قرار دیا گیا۔ حفاظت نسل کے لئے نکاح کو ملال اور زنا کو حرام قرار دیا گیا، اور اس کی تکمیل کے لئے زوجهین کے درمیان کفر یا کفایت کا حکم دیا گیا۔ تاکہ زوجہ کے درمیان مساوات اور ہم آہنگی کے سبب اتحاد و اتفاق قائم رہے، تنہائی میں اجنبی عورت سے ملنا بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہے۔ یہ حکم ذریعہ کے طور پر دیا گیا ہے۔

حاجیات سے متعلق مکملات مثالیں ملاحظہ ہوں۔ عبادات میں سفر میں قصر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ جمع بین الصلوٰتین اس کی تکمیل کے لئے۔ ولی کو نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی کرنے کا اختیار ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے کفایت اور ہر مثل کی شرط لگائی گئی ہے۔ معاملات میں خرید و فروخت کی اجازت ہے۔ لیکن اس کی تکمیل کے لئے شہادت کی شرط لگائی گئی۔

تحسینات میں جو چیزیں واجب ہیں استیمات سے ان کی تکمیل کی گئی ہے۔ جیسے طہارت میں

۱۔ غزالی۔ شفاء القلیل۔ مطبع دار الشاد بنیاد۔ ۱۹۷۱ء ص ۱۵۹-۱۶۱، نیز دیکھئے غزالی، المستسفی من علوم الاصل۔ مطبعہ دار الفکر، ۱۹۷۰ء ص ۱۳۹-۱۴۱، غماطی، الراتعات ج ۲ ص ۲۲-۲۳۔

بعض چیزیں واجب ہیں یعنی مستحب۔

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو تحسینات حاجیات کے لئے مکملات ہیں، اور ضروریات کی تکمیل حاجیات سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ضروریات مقاصد شریعت میں اصل ہیں۔ اس لئے جو شخص ضروریات میں خلل ڈالے گا وہ حاجیات و تحسینات میں بھی خلل ڈالے گا۔ اور جو ان دونوں میں خلل ڈالے گا وہ ضروریات میں بھی خلل ڈالے گا۔ اس لئے حاجیات و تحسینات کی حفاظت ضروریات کی حفاظت ہے۔ جو شخص فراموش کر چھوڑے گا، وہ نوافل کو تو زیادہ ڈھٹائی کے ساتھ چھوڑے گا۔ اور جو شخص نوافل کا پابند ہوگا، وہ فراموش کی پابندی بدرجہ اعلیٰ کرے گا۔

قاعدہ یہ ہے کہ اصل کو ہمیشہ مکملات پر مقدم رکھا جاتا ہے اور مکملات کو اس حد تک اہمیت نہیں دی جاتی کہ اصل ہی فوت ہو جائے۔ کسی تحسینی امر کا اس حد تک خیال نہیں رکھا جائے گا۔ کہ حاجی یا مزدوری باطل ہو جائے۔ اسی طرح حاجی کا اس حد تک لحاظ نہیں کیا جائے گا کہ اس سے ضروری ہی تم ہو جائے۔ نماز حفاظت دین کے سبب ضروری ہے۔ اور استقبال قبلہ اس کے لئے مکملات میں سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی سبب سے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی۔ حفاظت جان کے لئے حلال و طیب کھانا ضروری ہے۔ لیکن اضطراب و مجبوری کی حالت میں مرفار و حلوم کھانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ جس کھانوں سے بچنا امر تحسینی ہے۔ اس لئے ضروری تحسینی پر مقدم ہوگا۔ حفاظت جان کے لئے اراض کا علاج ضروری ہے۔ ستر چھپانا ایک امر تحسینی ہے اور اس کے مکملات میں سے ہے۔ اس لئے علاج کی ضرورت سے ستر کھولنے کی اجازت ہے۔ اس قاعدہ کی رو سے ضروریات حاجیات میں سے جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کو مباح کر دیتی ہیں، اور حاجیات تحسینات میں جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کو مباح کر دیتی ہیں

بعض اوقات ضروریات میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حفاظت دین اور حفاظت جان دونوں ضروری ہیں لیکن حفاظت دین کے لڑجہاد کا حکم دیا گیا اور اس معاملہ میں حفاظت جان کو ثانوی قرار دیا گیا۔ کیونکہ چند انسانوں کی ہلاکت کے مقابلہ میں دین کو بچانا مقدم ہے۔ شدید پیاس کے وقت جب کوئی دوسری حلال چیز پینے کے لئے موجود نہ ہو تو بعد ضرورت جان بچانے کے لئے شراب پینا جائز ہے، یہی حکم اگر آہ کا بھی ہے۔ کیونکہ جان بچانا عقل کے بچانے پر مقدم ہے

اگر کوئی شخص دوسرے کو کسی کا مال تلف کرنے پر مجبور کرے، اور تلف نہ کرنے پر بلاکت جان کا اہدئہ ہو تو اس کے لئے دوسرے کا مال تلف کرنا جائز ہے، کیونکہ حفاظت جان حفاظت مال پر مقدم ہے۔
 شرعی احکام میں ان تینوں مراتب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور ان مراتب سے نفاذ تقیّت کے
 مسبب بعض احکام کے مقاصد سمجھ میں نہیں آتے۔ شریعت کے تمام احکام ایک ہی ہیج اور ایک ہی
 بنیاد پر قائم ہیں۔ وہ ہیج مصالح کا حصول، اور مقاصد کا دور کرنا ہے۔ شریعت کی بنیاد، اس کے
 مزاج اور اس کے مقاصد کو ابن القیم نے نہایت جامعیت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

فان الشریعہ مبناہا واساسها علی المحکم و مصالح العباد فی المعاش والمعاد
 وحی عدل کسھا ورحمتہ کلھا و مصالح کلھا وحکمۃ کلھا فکل مسألة خدجت من
 العدل الی الجور، وعن الرحمة الی ضدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن حکمة
 الی العیث، فلیست من الشریعة وان ادخلت فیها بالتأویل۔ فالشریعة عدل اللہ
 بین عباده ورحمته بین خلقه۔ وظلہ فی ارضه وحکمته الدالة علیہ وحی صدق
 رسولہ صل اللہ علیہ وسلم اتم اعلالہ واحد قہا۔

ترجمہ۔ شریعت کی بنیاد حکمتوں پر ہے۔ اس کی اساس دنیا و آخرت میں بندوں کی مصالح پر ہے
 یہ سب برابر عدل ہے۔ سب برابر رحمت ہے۔ سب برابر مصلحت ہے۔ اور سب برابر حکمت ہے۔ جو بات عدل سے
 نکل کر ظلم کے دائرہ میں چلی جائے، رحمت سے نکل کر اس کی ضد یعنی زحمت میں داخل ہو جائے، مصلحت
 یعنی فائدہ سے نکل کر مضدہ یعنی خرابی و نقصان میں جاگڑے، اور حکمت سے نکل کر وہ بے مقصد اور
 لایعنی بن جائے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ تاویلات سے کچھ کھینچ سکتے ہیں کہ اس کو شریعت
 میں داخل کر دیا جائے۔ شریعت بندوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے عین عدل و انصاف اور اس کی مخلوق
 کے درمیان اس کی رحمت کا نام ہے۔ اس کی زمین میں یہ اس کا سایہ ہے اور اس کی یہ ایسی حکمت ہے
 جو خدا اور اس کے رسول کی صداقت کو مکمل طور پر بتاوتی ہے۔

شریعت کا مقصد انسانوں کی مصالح کا حصول، ان کی تکمیل اور مقاصد کا خاتمہ ہے۔ اس لئے
 یہ ناممکن ہے کہ انسانوں کو درپیش مسائل اور ان کی مصالح کے حصول میں وہ تنگ دامن ہو۔ اس کے
 لئے علی حسب اللہ۔ اصول الفشریح الاسلامی۔ دار المعارف۔ قاہرہ ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۶۲-۲۶۴
 لکھ ابن القیم۔ اعلام الموقعین۔ مکتبہ المکلیات الازہریہ۔ قاہرہ ۱۹۶۵ء۔ ج ۳۔ ص ۳۔

مقاصد صاف طور پر بتاتے ہیں کہ شریعت اسلامی ہر زمانہ اور ہر مقام کے لئے موزوں ہے۔

شریعت کے بنیادی اصول اور اس کے احکام کا مزاج :

شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم تفصیلی احکام کی شکل میں ہے۔ اور دوسری قسم قواعد اور اصولوں کی شکل میں۔ دونوں قسم کے احکام ہر زمانہ اور ہر مقام کے موافق ہیں۔ اور شریعت کی عالمگیریت بقا اور ابدیت کو بتلاتے ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

تفصیلی احکام :- ان کا تعلق عقیدہ، عبادات، یا اخلاق سے ہے، یا پھر ایسے مسائل سے ہے جو افراد کے باہمی رشتہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عقیدہ سے متعلق احکام میں اللہ تعالیٰ پر، آخرت پر اور ایسی ہی دوسرے بنیادی چیزوں پر ایمان ہے۔ آفرینش عالم سے لے کر اب تک کسی ایسے زمانہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا جس میں انسان اس عقیدہ سے بے نیاز رہا ہو۔ عقیدہ سے متعلق احکام حقائق کو بیان کرتے ہیں۔ اور حقائق ہمیشہ دائمی ہوتے ہیں۔ عبادت سے متعلق احکام ایک فرد کا اس کے رب کے ساتھ تعلق استوار کرتے ہیں اور انسان ہر زمانہ میں اس تنظیم کا محتاج رہا ہے۔ شریعت کی بنیادی ہدفی خاص شکلوں کے ساتھ عبادت میں دینی برائیوں کو مٹانے اور برائیوں سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ معاشرہ درست ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ زکوٰۃ فرد کے خدا کے ساتھ تعلق کو مالی اعتبار سے منظم کرتی ہے۔ پوری جماعت کے لئے اس کا فائدہ اور مصلحت واضح ہے۔ حج کا بھی یہی حال ہے۔

زندگی کے حالات کو استوار کرنے اور معاشرہ کو منظم رکھنے میں اخلاق کو ایک بنیادی عنصر کا حیثیت حاصل ہے۔ مادی ترقی کے باوجود انسان اخلاق سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت کی مادی دنیا اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ اخلاق درحقیقت بعض ثابت شدہ حقیقتوں پر قائم ہیں۔ کسی ایسے زمانہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا جس میں سچائی، عدل و انصاف، ایقانہ عہد، وغیرہ اخلاقی صفات کو اچھا نہ سمجھا گیا ہو۔ ظلم و جبریت بدعہدی وغیرہ جیسی اخلاقی برائیوں کو برا نہ سمجھا گیا ہو۔ اگرچہ بعض اوقات مادی مصالح کے پیش نظر ان کو اصفائی سمجھا گیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انسان جگہ کی زندگی بسر کرنا شروع کرے، اور اپنی ابتدائی فطری زندگی کی طرت لوٹ آئے۔

دوسرے تفسیعی احکام کا تعلق افراد کے باہمی روابط سے ہے۔ یہ بھی غیر متبدل ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ اور ہر جماعت میں ان کی ضرورت باقی رہے گی۔ دوسرے احکام نہ ان کی جگہ لے سکتے ہیں اور نہ انسانوں کی مصالح پر دی کر سکتے ہیں۔ ان احکام میں بعض کا تعلق اندرونی رشتہ سے ہے، اسلامی شریعت میں نکاح کا نظام انتہائی سادگی پر مبنی ہے۔ اس میں بس اتنا کافی ہے کہ کوئی مرد یا عورت شادی کی نیت سے اپنے آپ کو دوسرے کو پیش کرے، اور گواہوں کی موجودگی میں دوسرا فریق اس کو قبول کر لے۔ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کا یہ معاہدہ نکاح اور سفاح (مرد اور عورت کے خفیہ جنسی تعلقات) کے درمیان تیز کے لئے ضروری ہے۔ اس سے اس معاہدہ کی عزت و شرف کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس لئے نکاح کے درست ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ کسی خاص آدمی کے ہاتھ پر ہو، یا کسی خاص جگہ پر ہو، یا کسی خاص کیفیت کے ساتھ ہو۔ یا کسی خاص زبان یا مذہب یا گیتوں کے ساتھ ہو۔ عقل انسانی نکاح کا اس سے زیادہ سادہ اور موزوں کوئی دوسرا طریقہ نہیں سوچ سکتی۔ زوجین کے درمیان تفریق سے متعلق تشریح احکام ایک فطری اور مقول امر ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان نفرت، کراہت، اور ایسے ہی دوسرے اسباب موجود ہیں جو ان کی تفریق کے متقاضی ہوں، تو ایسی حالت میں عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کی اجازت دیدی جائے، تاکہ ان میں سے ہر ذائق اپنے موافق حال راستہ تلاش کرے۔ یہاں ایک یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی شریعت نے صرف مرد ہی کو طلاق کا حق کیوں دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے عورت کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا۔ باہمی رضامندی سے منع بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور نکاح کے وقت عورت کو طلاق کا حق بھی دیا جا سکتا ہے۔ عورت کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اگر اس کو تکلیف پہنچائے اور اس کی حق تلفی کرے تو وہ عدالت سے رجوع کر کے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

اسلامی شریعت میں میراث کا نظام اور دنیا کے حصوں کی تحدید ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں مختلف پلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً وارث کی قریبی رشتہ داری، اس کی ضرورت دولت کے ارتکاب کو مددگار وغیرہ۔ میراث کا شرعی نظام اس کی بنیادی، اور اس کی مختلف حیثیتیں، ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے موزوں و مناسب ہیں۔

اب اقتصادی نظام کی طرف آئیے۔ اسلام میں صرف سرمایہ بغیر محنت کے عامل پیداوار نہیں ہے پیداوار کا عامل محنت کو بتایا گیا ہے، مادی لئے اسلامی شریعت میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سود کے مفاسد اس کی اصل اور ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ کسی معاشرہ میں سود کی موجودگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کا شکار بکھر چکا ہے۔ اس میں فساد و خرابی جو پکڑ چکے ہیں۔ ظلم و زیادتی کے لئے راستہ کھلا ہے۔ اور افراد کے درمیان اجتماعی تعاون کا فقدان ہے۔ ایسے فاسد معاشرہ کا علاج یہ ہے کہ اس کی بنیادی اصلاح کی جانے اور سود کے سارے مواقع ختم کر دیئے۔ معیشت کو ایسی بنیادوں اور قدروں پر قائم کیا جائے جس سے قطعی طور پر سود کا سدباب ہو جائے صرف چند قوانین بنانے، اور کچی و خرابی کو دور کرنے کے لئے کچھ اقدامات کرنے کا کام اصلاح نہیں ہے۔ اسلامی شریعت میں سزائوں سے متعلق احکام دو قسم کے ہیں:۔ قرآن و سنت میں بعض جرائم پر سزائیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ ان کو حدود کہا جاتا ہے۔ یہ ارتداد، زنا، قذف، چوری، رہزنی، اور شراب نوشی سے متعلق سزائیں ہیں۔ اور قتل کی سزا قصاص یا دیت ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے جرائم کی سزائوں کو حکام کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے ان کو تعزیری سزائیں کہا جاتا ہے۔ ان سزائوں کے مقرر کرنے میں جرم کی نوعیت، حالات، مجرم کی حالت، اور معاشرہ کے نقصان کا لحاظ رکھا گیا ہے اس کا ایک اصول قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:۔ **وَجَزَاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاجْرَهُ عَلٰى اللّٰهِ اِنَّهُ لَا يَحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ** (الشوریٰ - ۴۰) توجہ! اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ سب کی سب خیر، صلاح، اور عمل پر مبنی ہیں اور کوئی بھی اچھا معاشرہ ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان کا مقصد مجرم کو جرم سے روکنا، معاشرہ کو جرائم سے پاک کرنا، اور امت اسلامیہ کی مصالح کی حفاظت ہے۔ اب ہم حدود و قصاص میں سے ہر سزا کا علیحدہ علیحدہ جائزہ پیش کرتے ہیں۔

ارتداد کی سزا دو باتوں پر مبنی ہے۔ سرکشی و بناوٹ کو دور کرنا، اور معاشرہ سے فساد

اور بگاڑ کو ختم کرنا جس شخص نے اسلام کو قبول کیا ہو، وہ شرعی احکام اور قواعد کا پابند ہے۔ اسلام سے سرکشی کی اسکو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جادت و تاخرانی میں فرق ہے۔ تاخرانی کی صورت میں معمولی سزا دے کر اسکی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ لیکن باغی کو عبرتناک سزا ملنی چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اس سے گریز کریں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو بتقریب اسلام مذاق بن کر رہ جائے گا۔

مزدناظران نہیں باغی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو سنگین سزا دی جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے برہمنوں کو غر و فکر اور اتھاب کی پوری آزادی ہے۔ قبول اسلام کے بعد اس کو سرکشی و بناوت کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس طرح ارتداد سے پوری جماعت متاثر ہوتی ہے یہ پوری امت میں بگاڑ و فساد کا باعث بنتا ہے۔ اس سے لوگ اسلام کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جس ریاست نے اپنے قیام، بقا اور مقاصد کے لئے اسلام کو بنیاد بنایا ہو ارتداد اس کے وجود کی جڑیں ہلا دیتا ہے۔ اس لئے یہ عقل کا تقاضا ہے کہ اس معاشرے سے جو اسلام کے سامنے جھک رہا ہو۔ اور اس ریاست سے جس نے اسلام کو اپنی زندگی کی بنیاد بنایا ہو، اس فساد و فحشا کو خرابی کو دور کرنے کے لئے ایسی ہی عبرتناک سزا مقرر کرنا ضروری ہے۔

اسلامی شریعت میں زنا کی سزا بلاشبہ نہایت سنگین ہے۔ اگر غم سے دیکھا جائے تو یہ جرم بھی بہت سنگین ہے۔ ایک طرف اس سے بے حیائی، بد چینی اور بد اخلاق پھیلتی ہے اور دوسری طرف فرد، خاندان اور معاشرہ کو زبردست نقصان پہنچتا ہے۔ طرح طرح کے امراض جنم لیتے ہیں۔ زنا جنسی بے راہ روی، گھروں کی بربادی اور شادی سے نفرت وغیرہ جیسی برائیوں کا باعث بنتا ہے۔ شریعت اخلاق کو نباہ کرنے والی ہر برائی کو سختی سے روکتی ہے۔ جس معاشرہ کی بنیاد ایمان، اخلاق اور عمل صالح پر ہو، وہ زنا جیسے گھناؤنے جرم کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ زنا کی سزا سے پہلے شریعت نے اسکی دوا سی و حرکات کا سدباب کیا ہے۔ اگر ان پر پوری طرح عمل کیا جائے تو مسافروں کی طرف سے ایسے ہی جرم کا ارتکاب کرنا ہے تو اس کو عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔ حدیث میں چار گواہوں کی شرط سے یہ مسلم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت زنا علیحدہ ناماً نہ جرمی اختلاف کا نام ہے۔ جب تک یہ جرم کسی کھلے مقام پر نہ کیا جائے چار گواہ میسر نہیں آسکتے۔ اس کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ جو زنا چھپ کر کیا جائے اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ شریعت نے اس پر بھی تعزیر مقرر کی ہے۔ اور جیسا جرم ہو ویسی ہی اس کی سزا رکھی ہے۔

اسلامی شریعت میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بڑی حشیمانہ اور سنگدلانہ سزا ہے، اور ہمارے زمانہ کے قطعاً مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک سطحی اور لچر اعتراض ہے اور اسلامی شریعت کی حقیقت و مقاصد سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ اسلامی شریعت نے معاشرہ میں بہ فرد کی کفالت کی ضمانت دی ہے۔ یہ خاندان سے شروع ہوتی ہے اور ریاست پر ختم ہوتی ہے۔ شریعت نے خاندان کے افراد پر باہمی کفالت کی ذمہ داری عاید کی ہے۔ ان میں جو مالدار ہوں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے فاقہ رشتہ داروں پر اپنی دولت خرچ کریں۔ اب معاشرہ میں جو شخص مسکین و محتاج ہوگا۔ اس باہمی کفالت کی ذمہ داری سے اس کی ضروریات پوری ہوں گی۔ اگر اس سے بھی ضرورت پوری نہ ہو، یا دولت مندوں کے مال سے غریبوں کو کوئی حصہ نہ ملے، تو حکومت کا فرض ہے کہ اس کی ضرورت کو پورا کرے، اور سرکاری خزانہ سے اس کو اتنی رقم دے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے یا ایسا کوئی موقع پیش نہ ہو تو اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو لوگ کام کرنے کے قابل ہوں ان کو روزگار فراہم کرے اور جو شخص کام کرنے کے قابل نہ ہوں حکومت اس کی کفالت کرے۔ اس معاملہ میں مسلم وغیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں، جب تک یہ لوگ اسلامی ریاست کے باشندے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی طرز عمل تھا۔ ذمیوں میں سے جو لوگ کام کرنے کے قابل نہ ہوتے تو آپ سرکاری خزانہ سے ان کی کفالت فرماتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک خط لکھ کر کے گورنر علی بن ارقطہ کے نام لکھا تھا..... اما بعد

”تم خودیہ جانچ کر دو کہ ذمیوں میں سے جو بوڑھے ہو چکے ہوں، یا کمزور ہوں، اور ان کے روزگار کا کوئی بندوبست نہ ہو، تو ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے اتنا وسیعہ دو جو ان کے مناسب حال ہو۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک بار حضرت عمر ایک ایسے شخص کے پاس سے گزے جو دروہ لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ہم نے یہ انصاف نہیں کیا کہ جو ان میں ہم نے تم سے جزیر وصول کیا۔ اور بڑھاپے میں بے سہارا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد

آپ نے اس کا اتنا وظیفہ فرما کر دیا جو اس کی ضروریات کے لئے کافی تھا۔

ایک ایسے مثالی معاشرہ میں جو اس قسم کی تنظیم اور اجتماعی کفالت کے اصول پر قائم ہو، اگر کوئی چور پایا جائے جو ناحق دوسروں کے مال کی طرف ہاتھ بڑھائے، رات کی تاریکی میں دیوار بھانڈ کر بیٹھی نیند سنے ہوتے لوگوں کو خوف زدہ کرے، تو اسلامی شریعت نے ایسے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے۔ اسلامی سلطنت کے اجتماعی کفالت کے نظام کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سنگد لاد و وحشیانہ سزا ہے۔ یہ تو ایک پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ سزا کا مقصد اصلاح نفس، جرائم کا سدباب، معاشرہ میں قرار سکون قائم کرنا، اور لوہوں میں چسپاں و اطمینان پیدا کرنا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سخت قسم کی سزا سے ہی یہ منافع حاصل ہو سکتے ہیں۔ چند دن جیل میں بند رکھنا اس کے لئے کافی نہیں۔

اسلامی شریعت میں قتل عمد کی سزا قصاص ہے۔ لیکن مقتول کے ولی کو یہ اختیار ہے کہ چاہے وہ قصاص کا مطالبہ کرے، دیت قبول کر لے یا چاہے تو معاف کر دے۔ اس نظام میں انسانی عظمت کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا کہ طبیعت انسانی اس بات کو پسند کرتی ہے کہ مجرم سے بدلہ لیا جائے۔ قصاص کا حکم اسی تشنگی کو دور کرنا ہے اس حکم میں معاشرتی مصلح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ قصاص نہ صرف اس جرم سے روک دیتا ہے بلکہ معاشرہ میں بے شمار انسانی جانوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں قصاص کی مصلحت بتلاتے ہوئے نہایت جامع الفاظ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ول لکم فی القصاص حیوة یا اولی الابواب لعلکم تتقون (البقرہ ۱۷۹)

اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے، اے عقل والو۔ تاکہ تم خدا سے ڈرو۔ اس طرح قصاص سے ایک طرف انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے، اول کی بجھ اس نکل جاتی ہے، اور دوسری طرف معاشرہ میں قتل و غمخیزی کا سدباب بھی ہو جاتا ہے۔ اگر کسی قاتل کو مقتول کے ورثہ نے معاف کر دیا یا بخون پا قبول کر لیا، تب بھی تعویذاً اس کو سزا دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس نے ایسا جرم کیا تھا جس میں ایک فرد اور معاشرہ دونوں کا حق شامل ہے۔ فونے تو اپنا حق معاف کر دیا۔ لیکن معاشرہ کا حق ابھی باقی ہے

لیکن یہ جرم کی نوعیت پر منحصر ہے۔

قذف کی سزا اس شخص کو دی جاتی ہے جو کسی دوسرے شخص پر، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، زنا کی تہمت لگائے۔ اس سزا کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے۔ لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی الزام تراشی نہ کریں۔ اور اس کے نتیجہ میں جو عداوتیں، جھگڑے اور بدگمانیاں وجود میں آتی ہیں۔ ان سے معاشرہ کو محفوظ رکھا جائے۔ قذف میں اخلاق اور اجتماعی مصلحت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رہزنی کا جرم بھی ہر حیثیت سے چوری کی مانند بلکہ اس سے زیادہ سنگین ہے یہ کھلے بندوں دشمنی، حکومت کے خلاف سرکشی، راستوں میں خوف و ہراس پھیلانے اور راہ چلتے لوگوں کو روکنے میں چوروں سے ممتاز ہے۔ اس وجہ سے علم چوری کے مقابلہ میں اس کی سزا بھی زیادہ سخت ہے۔ شراب نوشی کی سزا کا مقصد بھی ارتکاب جرائم کی روک تھام ہے۔ شراب انسان کے ہوش و حواس معطل کر دیتی ہے۔ عقل و تیز گھوڑی ہے۔ اس کی یہ مدہوشی اور ہوش و حواس کا فقدان اسے ارتکاب جرم کی طرت لے جاتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے یہ سزا ضروری ہے۔

شرعیعت اسلامی کی مقدر کردہ سزائوں کے مقاصد اور اوصاف غیر قبیل ہیں۔ اور ہر زمانہ و ہر مقام پر یہ سزائیں ان کی مصالح کو پورا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کے جرم و سزائے متعلق احکام بھی ابدی حیثیت رکھتے ہیں۔

چند اصولی احکام

یہ احکام کی دوسری قسم ہے۔ یہ عام قواعد اور اصول کی شکل میں ہے۔ اسلامی شرعیعت نے بعض احکام تفصیلی شکل میں دیئے ہیں اور بعض اصولی شکل میں۔ اس دوسری قسم کا مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی متحرک امداد و تقاضا پذیر ہے۔ انسانی تمدن و حالات یکساں و ایک حالت پر نہیں رہتے اس لئے

لے عبدالکریم دیان۔ المدخل لدرستہ الشریعۃ الاسلامیۃ۔ المطبعت العربیہ۔ بغداد ۱۹۴۲ء ص ۵۴۔ بحوالہ ابن فرحون۔ تبصرۃ الحکام۔ ج ۲۔ ص ۲۵۹۔ زیر نظر مقالہ میں بعض مباحث و آکرو زمینان کی مولہ بالا کتاب المدخل سے ماخوذ ہیں۔ مقالہ چھانے ان کی تخصیص پیش کی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طوفت سارے احکام تفصیلی و متین شکل میں دے دیتے جاتے تو بدلتے بہتے حالات میں یہ احکام حالات و زمانہ کے تقاضوں کو پھانسیا دیکر مٹ جاتے۔ اس لئے انسانی زندگی کے بعض شعبوں سے متعلق احکام اصول، عام قواعد و بنیادی تصورات اور اقدار کی صورت میں دیئے گئے ہیں، تاکہ مسلمان اپنے اپنے زمانہ میں ان بنیادی تصورات اور عام اقدار کی روشنی میں ڈھانچہ خود تشکیل دے سکیں۔ ہمارے پاس اس وقت فقہ اسلامی کا جو قدیم مجلس بہاؤ خیرہ موجود ہے اس میں بیشتر احکام اس درجہ کے معاشرتی مائتد سیاسی تقاضوں، معاشی دھماچے اور تمدن کے ارتقاء پذیری سے متاثر ہیں لیکن اس قدیم فقہی ادب میں جو ذریعہ اصولی قواعد میں ملتے ہیں وہ دور حاضر کے مغربی اصول قانون سے بہت آگے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے اس پیش قیمت سرمایہ کو تراش اسلامی یا میراث اسلام کا نام دے کر ایک مقدس چیز سمجھا ہوا ہے اور اس کو محفوظ کرنے کے ارپے جوتے ہیں، ان میں اضافہ نہی سرج مٹنے تصورات نئے نظریے اور نئے اصول وضع کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پر اڑنا
منزل ہی کٹھن ہے تو مول کی زندگی میں

اصول احکام، قواعد و ہر موضوع سے متعلق بنیادی تصورات اور قدیم قرآن و سنت میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی صورت مثال ہی دی جاسکتی ہے۔ اصول شوری، مساوات، عدل و انصاف ہمدردی و تعاون، محرومت پر عمل، اور منکر سے اجتناب، زخرد نقصان اٹھانا، تدویر و دل کو نقصان پہنچانا۔ انسانیت کی خدمت، خیر کے کاموں کی تبلیغ، حقوق کی ادائیگی وغیرہ۔ ابن القیم نے شریعت کے اصول احکام کو کلیہ کے طور پر اس طرح بیان کیا ہے: **فاذا ظهرت امالات العدل و اسفرو وجهہ بای طریق کان فتح شرع اللہ و دینہ**۔ یعنی اگر عدل و انصاف کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں اور عدل کا چہرہ صاف نظر آنے لگے، خواہ یہ کسی طریقہ سے بھی ہو، تو وہیں اللہ کی شریعت اس کا دین ہے۔ گویا اسلامی شریعت عدل پر قائم ہے، اور اس کا ہر حکم عدل پر مبنی ہے۔ جہاں عدل ہو گا، وہاں شریعت ہوگی۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ اسلام کا اپنا نظریہ عدل ہے۔ اور اس کے مطابق ہی ہر معاملہ کو پرکھا جانے گا۔ یہاں ہم اس کی مزید تفصیلات میں نہیں مائیں گے۔

اسلامی شریعت کی ابدیت کے ثبوت میں شرعی احکام کے ماخذ پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان ماخذ میں لچک موجود ہے۔ شریعت کے اصلی و بنیادی ماخذ کتاب و سنت ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان میں دیئے ہوئے احکام ہر زمان و مکان کے لئے موزوں و مناسب ہیں۔ اجماع اور اجتہاد، اور اجتہاد کے مختلف طریقے جیسے قیاس، استحسان اور استصحاب، ان سب ماخذ میں وسعت اور لچک موجود ہے۔ ان کی تائید خود قرآن و سنت سے ہوتی ہے۔ ان ماخذ سے جو احکام مستنبط کئے جاتے ہیں وہ بھی شریعت ہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ شریعت نے ان ماخذ کا اعتبار کیا ہے اسلامی شریعت میں اجتہاد کا حکم اس کی ابدیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ زمانہ چاہے کتنا ہی بدل جائے، حالات چاہے جو بھی کچھ ہوں، انسانی تمدن ترقی کے کتنے ہی مدارج طے کر چکا ہو اجتہاد و اجماع کے اصول کے ذریعہ تمام نئے مسائل کا حل معلوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں اصول باہم مربوط ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ ان کے ذریعہ بھی امت اسلامیہ زمانہ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ سکتی ہے اس کے لئے مسلسل غور و فکر، محنت و جانفشانی، اجتماعی کوشش اور جماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔

چہارم: اسلامی شریعت کی جامعیت

اسلامی شریعت ایک ہمہ گیر اور جامع نظام ہے۔ زندگی سے متعلق جملہ امور پر یہ حاوی ہے یہ نظام انسان کے لئے ایمان کا راستہ متعین کرتا ہے، عقیدہ کے اصول واضح کرتا ہے۔ خدا کے ساتھ اس کا تعلق استوار کرتا ہے۔ نفس کی پاکیزگی کی تلقین کرتا ہے۔ اپنی اور پجاریوں کے ساتھ تلقیناً مضبوط کرتا ہے۔ الغرض شریعت کے نظام سے کوئی چیز باہر نہیں۔

شریعت کی اس جامعیت کی روشنی میں اس کے احکام کو ہم تین بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :-

اول: عقیدہ سے متعلق احکام۔ علم کلام یا علم توحید میں انہی احکام سے متعلق بحث کی جاتی ہے
دوم: اخلاق سے متعلق احکام، علم اخلاق یا تصوف میں ان سے بحث کی جاتی ہے۔
سوم: انسان کے ان افعال و افعال سے متعلق احکام جو اس کے دوسروں کے ساتھ تعلقات کے

سلسلہ میں سرزد ہوتے ہیں۔ ان احکام کا تعلق عمل سے ہے۔ انہی کا نام بھد میں فقہ رکھا گیا ہے ابتداء میں فقہ و شریعت کی تعریف ایک ہی تھی۔ امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی تھی: «معرفة النفس ما لها وما عليها» یعنی انسان کے حقوق و ذرائع کے پہچاننے کا نام فقہ ہے۔ یہ درحقیقت فقہ کی نہیں شریعت کی تعریف ہے۔

ان عملی احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم عبادات ہے۔ عبادت کا مقصد فرد کا اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہے۔ دوسری قسم معاملات یعنی معاملات ہے۔ معاملات کا مقصد افراد کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات منظم کرنا ہے۔ معاملات سے متعلق احکام مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ خاندان سے متعلق احکام، جیسے نکاح، طلاق، نفقہ، نسب، رضاعت، وراثت وغیرہ جدید اصطلاح میں ان کو عائلی قوانین یا احوال شخصیہ کہتے ہیں۔

۲۔ افراد کے درمیان مالی معاملات سے متعلق احکام، جیسے خرید و فروخت، اجارہ، رہن، کفارہ، وکالہ وغیرہ۔ جدید اصطلاح میں ان کو قانون معاملات یا دیرائی قوانین کہتے ہیں۔ اسی میں قانون تجارت بھی شامل ہے۔

۳۔ قضاء سے متعلق احکام۔ اس میں قاضی، دعویٰ، شہادت، قسم، طریق اثبات وغیرہ سے متعلق احکام شامل ہیں۔ جدید اصطلاح میں اس کو قانون معاملات کہتے ہیں۔

۴۔ اسلامی سلطنت میں باہر سے آکر پناہ لینے والے غیر مسلموں سے متعلق احکام، ان کے باہمی تعلقات سے متعلق احکام اور اسلامی سلطنت میں رہنے والے باشندوں کے ساتھ ان کے تعلقات سے متعلق احکام۔ جدید اصطلاح میں اس کو القانون الدولی الخاص کہتے ہیں یعنی خصوصی بین الاقوامی قانون۔ قدیم فقہ میں اس کو میر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے

۵۔ زائران و جنگ میں اسلامی سلطنت کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے متعلق احکام۔ جدید اصطلاح میں اس کو القانون الدولی العام کہتے ہیں۔ یعنی عمومی بین الاقوامی قانون

۶۔ نظام حکومت، اس کے قواعد، احکام، حقوق، حکمران کے فرائض، حکمران کے

انتخاب سے متعلق احکام - جدید اصطلاح میں اس کو انقانون الدستوری کہتے ہیں -

۷- اسلامی سلطنت کی آمدنی و اخراجات ، عوام اور حکومت کے درمیان مالی تعلقات ، غریبوں اور امیروں سے متعلق روابط سے متعلق احکام - جدید اصطلاح میں ان کو فقہاناً اقتضایا قانون مالیات کہتے ہیں -

۸- جرم و سزائے متعلق احکام - جدید اصطلاح میں اس کو انقانون الجنائن یا قانون العقوبات کہتے ہیں - یعنی قانون فوجداری -

شرعی احکام کے اس مختصر سے جائزہ سے شریعت کی جامعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جدید وضعی دہلی قوانین میں یہ وصمت موجود نہیں ہے -

اسلامی شریعت کے معاملات میں دینی و اخلاقی پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ بلکہ یہ ان کا اصلی جوہر ہیں۔ کسی فعل کی حقیقت میں حلال و حرام ہونا اس کی باطنی حقیقت پر منحصر ہے۔ بعض اوقات ایک فعل ظاہری شرائط کی تکمیل کے سبب ظاہر میں صحیح و درست قرار پاتا ہے۔ لیکن اس کے ترکیب کی نیت و قصد کے سبب حقیقت میں وہ حرام ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص دوسرے پر قرض کا جھوٹا دعویٰ کرے۔ اور جھوٹے گواہوں کے ذریعہ قاضی کے سامنے اس کو ثابت بھی کر دے۔ ظاہر میں تو یہ قرض ثابت ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت میں مدعی کے لئے اس رقم کا لینا حرام ہوگا۔ حقوق میں کسی نسل کے حلت و حرمت سے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ وہ فعل ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے حلال یا حرام ہو۔ لیکن باطن چونکہ ایک منفی چیز ہے۔ اس لئے اسلامی شریعت نے ظاہر کا اعتبار کیا ہے۔ اور ظاہر کی صحت کو باطن کی صحت قرار دیا ہے۔ ظاہری فیصلہ کے بعد بھی ایک چیز حلال اور حرام ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد باطنی حقیقت ہے۔ ظاہری فیصلہ نہ حلال کو حرام بنا سکتا ہے اور نہ حرام کو حلال۔ قاضی یا عدالت کے ظاہری فیصلہ کے بعد بھی ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس معاملہ پر غور کرے۔ اگر واقعی اس کا حق ہے تو لے، ورنہ چھوڑ دے۔ اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا میں ایک انسان ہوں۔ تم اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق اپنی دلیل بیان کرنے میں دوسرے سے زیادہ زبان آور ہو۔ میں جس طرح اس سے سُنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اگر میں کسی شخص

کے حق میں اس کے بھائی کے حق سے کسی چیز کے دینے کا فیصلہ کرو تو وہ دے لے (اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس نے دھوکا دیا ہے، اور یہ اس کا حق نہیں ہے) میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا کھا کر دیتا ہوں۔ سارے معاملات میں یہی اصول کار فرما ہے کیونکہ شریعت نے ظاہر کے ساتھ ساتھ انسان کے ضمیر اور باطن کو بھی سمجھوڑا ہے۔ یہی چیز اس کو سیکور نظام قانون سے ممتاز کرتی ہے۔

اسلامی شریعت کی قربیت، اس کی خصوصیات، اس کے مقاصد، اس کی بھرپور جہتی اور اس کے شرعی احکام کے اس مختصر سے تجزیہ کے بعد اب ہم قرآن مجید کی اس آیت کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کی اتباع کا حکم کیوں دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی کیوں تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ثم جعلناك على شريعتنا من الامور فاتبعها ولا تتبع اهل الذنوب لا يعلون
(الباقیہ - ۱۸) ترجمہ :- پھر ہم نے آپ کو (اسے پیغمبر دین کے ایک خاص راستہ پر قائم کر دیا۔ آپ اسی راستہ پر چلئے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلئے جو علم صحیح سے بے بہرہ ہیں۔